Quarterly Research Journal "**Al-Qudwah**", Volume 02, Issue 04, Oct-Dec 2024

AL-QUDWAH

ISSN(P): 2959-2062 / ISSN(E): 2959-2054

https://al-qudwah.com

نبی ﷺ کے والدین کے بارے میں امام ابو حنیفہ کے عقیدہ پر دلائل کا تحقیقی جائزہ

A Research Analysis of Arguments on the belief of Imam Abu Hanifa

ABSTRACT

In this article, I will discuss whether parents of the Prophet Muhammad (ﷺ) were Muslims or not and I will substantiate this discussion with evidence from the Quran, Hadith, and the work of reliable Islamic scholars like Mulla Ali Qari and Sayuti. Mullah Ali Quari is one of the most prominent and renowned scholar of the 11th century Hijri. He explains in his book Majmah Rasail that the prophet's parents died before he converted to Islam, so he was not a Muslim.he gave arguments in the light of Imam Abu Hanifa's fatwa, in which it has been said that the parents of the prophet died in disbelief. Quari supports his claim with Quranic verses and Hadith. Allama Sayuti says that the prophet's parents were Muslims and they were saved by Allah with a special mercy. They say that although he died before the appearance of Islam, Allah saved him by His grace.

***Keywords**: Parents, Muhammad, ﷺ Muslim, Quran, Hadith, Scholars, Mulla ali Quari, Sayuti, Parents, Abu Hanifa*

AUTHORS

Fayaz Muhammad*
Phd Scholar, Department of Islamic Studies, Shaheed Benazir Bhutto University, Sheringal, Dir Upper:
fayazwardar@gmail.com

Muhammad Ghayas Uddin*
Assistant Professor, Department of Islamic Studies at Govt. College, Chitral:
muhammadghayas88@gmail.com

Javed Ali**
Phd Scholar, Department of Islamic Studies, Shaheed Benazir Bhutto University, Sheringal, Dir Upper:
javidali5740@gmail.com

Date of Submission:
19-09-2024
Acceptance: 11-11-2024
Publishing: 19-12-2024

Correspondence Author:
Fayaz Muhammad*Phd Scholar, Department of Islamic Studies, Shaheed Benazir Bhutto University, Sheringal, Dir Upper.*

Web: https://al-qudwah.com/
OJS: https://al-qudwah.com/index.php/aqrj/user/register
e-mail: editor@al-qudwah.com

تمہید:

نبی ﷺ کے والدین کے بارے میں امام ابو حنیفہؒ نے اپنے مشہور کتاب الفقہ الاکبر میں ایک فتویٰ دیا ہے کہ ووالدا رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم مَاتَا على الْكفْر [1]۔"رسول ﷺ کے والدین کفر کی حالت پر فوت ہوئے۔

ملا علی قاریؒ نے امام ابو حنیفہؒ کے فتویٰ کو ثابت کرنے کے لئے ایک مشہور کتاب"(أَدِلَّة مُعْتَقد أبي حنيفَة الْأَعْظَم فِي أبوي الرَّسُول عَلَيْهِ السَّلَام)"تحریر کی۔

ملا علی قاریؒ نے اس کتاب میں والدین نبی ﷺ کو موضوع بحث بنایا ہے کہ آیا وہ اہل فترۃ میں داخل ہیں یا نہیں؟ کیا اس کو سابقہ انبیاء کی دعوت پہنچی یا نہیں؟ احادیث سے کس بات کی تائید ہوتی ہے اور دوسرے علماء کی رائے اس کے بارے میں کیا ہے؟ بعض علماء نے ان کو مسلمان قرار دیئے ہیں جبکہ بعض نے ان علماء کے خلاف دلائل پیش کئے ہیں۔ یہاں پر اس کی مکمل وضاحت کی گئی ہے کہ کن علماء کے دلائل قوی ہیں اور کن علماء کے دلائل قوی نہیں ہے۔

علماء کے اقوال:

نبی ﷺ کے والدین کے بارے میں علماء کی رائے مختلف ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کے والدین مسلمان تھے کیونکہ اہل فترۃ میں شامل ہیں جبکہ بعض دوسری کی رائے ہیں کہ غیر مسلم تھے۔

ان علماء میں اس موضوع پر دو علماء نے بہت زیادہ طویل بحث کیا ہے۔ ان میں سے ایک ملا علی قاریؒ ہے اور دوسرا علامہ سیوطیؒ ہے۔ ان دونوں علماء نے اپنی بات کو ثابت کرنے کے لئے قرآن، احادیث اور علماء کے اقوال سے استدلال کیا ہے۔

علامہ سیوطیؒ کا فکر یہ ہے کہ نبی ﷺ کے والدین مسلمان تھے۔ جبکہ اس کے متضاد رائے رکھنے والے ملا علی قاریؒ ہے۔ ان کی رائے یہ ہے کہ نبی ﷺ کے والدین مسلمان نہیں تھے ان کے دلائل کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

پہلا قول: نبی ﷺ کے والدین دین فترۃ پر تھے۔[2]

دوسرا قول: نبی ﷺ کے والدین کی وفات تو دین فطرت پر ہوئی لیکن اعلان نبوت کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کر لیا اور دونوں نے نبی ﷺ پر ایمان لایا۔[3]

---

[1] ملا علی قاری، علی بن سلطان محمد، منح الروض الازھر شرح الفقہ الاکبر، مکتبۃ المدینہ، کراچی، الطبع الاولی2014ء، ص 195۔

[2] سیوطی، عبد الرحمٰن بن ابی بکر، مسالک الحنفاء فی والدی المصطفیٰ، دار الامیں القاھرہ، الطبعۃ الاولی 1993ء، ص15۔

[3] المصدر السابق، ص 85۔

تیسرا قول : قیامت کے دن اہل فترۃ کا امتحان لیا جائے گا۔[4] اور آپ کے والدین کا بھی امتحان لیا جائے گا تب جنتی اور جہنمی ہونے کا فیصلہ کیا جائے گا۔

چوتھا قول یہ ہے ان سے شرک ثابت نہیں ان کی وفات دین ابراہیمی پر ہوئی۔[5] لہٰذا ان کی موت شرک اور کفر پر نہیں ہوئی۔

پانچواں قول یہ ہے کہ نبی ﷺ کے والدین کریمین کی وفات کفر پر ہوئی۔[6]

پہلے چار اقوال علامہ سیوطیؒ اور اس کے علاوہ دوسرے علماء نے اختیار کئے ہیں، ان علماء کی رائے یہ ہے کہ نبی ﷺ کی والدین کی وفات عقیدہ توحید پر ہوئی، اور وہ قطعی جنتی ہیں۔

علماء کے دلائل:

امام سیوطیؒ نے جن دلائل سے استدلال کیا ہے ان کی دلائل کا خلاصہ یہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے آباو اجداد میں جن لوگوں کے پشتوں سے آپ منتقل ہوئے وہ تمام مسلمان تھے ان میں ایک بھی مشرک اور کافر نہیں گزرا ہے یعنی آپ علیہ السلام کے آباو اجداد میں کوئی کافر نہیں تھا۔ اس بات پر قرآنی آیت سے استدلال کیا ہے کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان کو بیان کیا ہے۔

الَّذِیْ یَرَاکَ حِیْنَ تَقُوْمُ وَتَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ[7]۔

ترجمہ: " جو تجھے دیکھتا ہے جبکہ تو کھڑا ہوتا ہے۔ اور سجدہ کرنے والوں کے درمیان تیرا گھومنا پھرنا بھی"

علامہ السیوطیؒ نے اس آیت کے وضاحت کے لئے ابن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے کہ " کہ ابو نعیمؒ نے ابن عباس سے اس آیت کا مفہوم اس طرح نقل کیا ہے کہ تقلب سے مراد تنقل فی الاصلاب ہے۔ یعنی جب آپ ﷺ کا نور ایک دوسرے سے آپ ﷺ کے آباؤ اجداد کی پشتوں سے منتقل ہوتا ہوا حضرت آمنہ کے پاکیزہ بطن مبارک میں چمکا"[8]

اس سے معلوم ہوا کہ جن آجاو اجداد کے پشتوں سے آپ پیدا ہوئے وہ تمام مسلمان تھے۔

---

[4] المصدر السابق، ص22۔

[5] المصدر السابق، ص39۔

[6] ملا علی قاری، علی بن سلطان محمد، منح الروض الازھر شرح الفقہ الاکبر، مکتبۃ المدینہ کراچی، الطبعۃ الاولی 2014ء، ص 195۔

[7] سورۃ شعراء: 218 تا 220۔

[8] اصفهاني، أحمد بن عبد الله، دلائل النبوۃ، دار الوعي حلب، ج1 ص22۔

ملا علی قاریؒ کہتے ہیں کہ اس آیت کا جو مقصد سیوطیؒ نے مراد لیا ہے یہ بھی بعض اہل علم نے اختیار کیا ہے لیکن علامہ بیضاویؒ نے اس کا مقصد یہ بیان کیا ہے کہ اس سے مراد ترددک فی تصفح احوال المجتہدین [9] مراد ہے۔ کوشش کرنے والوں کے احوال معلوم کرنے کے لئے آپ کا چکر لگانا۔[10]

بیضاویؒ نے جو مقصد بیان کیا ہے اس کی تائید ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ جب قیام اللیل کی فرضیت منسوخ ہوئی تو نبی ﷺ صحابہ کے احوال معلوم کرتے تھے اور صحابہ کے گھروں کے چکر لگاتے تھے کہ آیا قیام الیل کوئی کرتا ہے یا نہیں تو ان کے گھروں سے مکھیوں جیسے آوازیں سنتے تھے۔[11]

انس کی روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو دو جماعتوں میں تقسیم نہیں کیا بلکہ مجھے بہتر جماعت میں پیدا کیا اور جاہلیت میں بھی میرے والدین نے زنا نہیں کیا اور نہ میں آدمؑ سے لیکر اپنے ماں باپ تک زنا سے پیدا ہوا ہوں، تو میں تم میں سے نفس، ذات اور نسب کے لحاظ سے بہتر ہوں۔[12]

دوسری حدیث جو ابو نعیمؒ نے دلائل النبوۃ میں ابن عباس سے مرفوعا نقل کی ہے کہ میرے والدین نے کبھی بھی زنا نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ہمیشہ پاک لوگوں کے پشت اور رحم سے پیدا کیا ہے اور کبھی بھی لوگ دو جماعتوں میں تقسیم نہیں ہوئے لیکن مجھے بہتر جماعت میں پیدا کیا ہے۔[13]

ان احادیث میں سے ایک حدیث سنن بیہقی میں روایت ہے کہ میں جاہلیت کے زنا سے پیدا نہیں ہوا بلکہ میں اسلام کے طریقے کی طرح نکاح سے پیدا ہوا ہوں۔[14]

ان حادیث میں اصلاب الطاھرین اور اصلاب الطاھرات سے مراد زناکاری سے پاکی مراد ہے۔ دوسرے الفاظ میں ان احادیث میں وارد الفاظ کا مقصود اور مطلوب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے والدین اور دیگر تمام آباؤ اجداد میں زناکاری اور دیگر معاشرتی برائیاں نہیں تھی۔

سیوطی کا دوسرا دلیل حدیث عائشہؓ ہے کہ: حضور ﷺ حجۃ الوداع کے موقعہ پر ہمارے ساتھ مقام حجون سے گزرے تو آپ ﷺ نہایت پریشان اور غمگین تھے، پھر نبی ﷺ نیچے اترے اور کافی دیر وہاں ٹھہرے پھر واپس لوٹے تو نہایت خوش تھے۔ میں نے نبی ﷺ سے وجہ پوچھی تو نبی ﷺ نے فرمایا: میں اپنی والدہ کی قبر کے پاس گیا میں نے اللہ تعالیٰ سے ان کے زندہ کرنے کے بارے میں عرض کیا تو اللہ نے انہیں زندہ فرمایا اور وہ مجھ پر ایمان لائی پھر اللہ تعالیٰ نے اسے واپس لوٹا دیا (یعنی واپس مر گئے)۔

9

10 بیضاوي، عبد اللہ بن عمر، أنوار التنزیل وأسرار التأویل، دار إحیاء التراث العربي بیروت، ج4 ص151۔

11 رازي، محمد بن عمر، مفاتیح الغیب، دار الکتب العلمیۃ بیروت، الطبعۃ الأولی 2000، ج24 ص149۔

12 ، بیھقي، أحمد بن الحسین، دلائل النبوۃ، دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ الأولی 1988ء، ج1 ص175۔

13 اصفھاني، أحمد بن عبد اللہ، دلائل النبوۃ، دار الوعي حلب، ج1 ص20۔

14 بیھقي، احمد بن الحسین، السنن الکبریٰ، مجلس دائرۃ المعارف النظامیۃ الکائنۃ في الھند ببلدۃ حیدر آباد، الطبعۃ الأولی- 1344ھ، ج7 ص190۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدہ ماجدہ کو زندہ کیا اور انہوں نے آپؐ پر ایمان لائی۔

ملا علی قاریؒ نے اس حدیث کے بارے میں کہا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے اس حدیث کو ابن جوزیؒ نے الموضوعات میں موضوع قرار دیا ہے ابن جوزیؒ اس حدیث کے بارے میں کہتے ہیں:

هذا حديث موضوع بلا شك والذى وضعه قليل الفهم عديم العلم إذ لو كان له علم لعلم أن من مات كافرا لا ينفعه أن يؤمن بعد الرجعة لا بل لو آمن عند المعاينة لم ينتفع ويكفى في رد هذا الحديث قوله تعالى: (فيمت وهو كافر) اور یہ روایت صحیح بخاری میں ہے: " استأذنت ربى أن أستغفر لابي فلم يأذن لى " ومحمد بن زياد هو النقاش وليس بثقة وأحمد بن يحيى ومحمد بن يحيى مجهولان.[15]

بغیر کسی شک کے یہ حدیث موضوع ہے۔ بے علم اور کم فہم لوگوں نے اس حدیث کو وضع کی ہے، اگر یہ لوگ صاحب علم ہوتے تو ان کو یہ علم ہوتا کہ جو لوگ کفر کی حالت میں مر جائے تو دنیا میں واپس آنے پر ان کو ایمان فائدہ نہیں دیتا بلکہ اگر عذاب کو دیکھے تو بھی ان کو ایمان فائدہ نہیں دیتا۔ اس حدیث کے رد کے لئے یہ آیت کافی ہے کہ (فيمت وهو كافر) اور یہ حدیث جو صحیح میں مذکور ہے کہ استأذنت ربى أن أستغفر لابي فلم يأذن لى، درجہ بالا حدیث کی راویوں میں محمد بن زیاد یہ نقاش ہے۔ یہ ثقہ راوی نہیں اور أحمد بن یحیی و محمد بن یحیی یہ دونوں مجہول راوی ہیں۔

ابن جوزیؒ کہتے ہیں:

قال شيخنا أبو الفضل بن ناصر: هذا حديث موضوع وأم رسول الله صلى الله عليه وسلم ماتت بالابواء بين مكة والمدينة ودفنت هناك وليست بالحجون.[16]

ہمارے شیخ فضل بن ناصر نے فرمایا ہے: یہ حدیث موضوع ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ماں مکہ اور مدینہ کے درمیان ابواء کے مقام پر وفات پائی تھی اور یہی دفن ہوئی تھی جبکہ حجون میں دفن نہیں کی گئی تھی۔

امام ذہبیؒ نے اس حدیث کے بارے میں کہا ہے: والسند ظلمة[17] "امام سیوطیؒ کے ذکر کردہ روایت کی سند میں بہت اندھیرا ہے"۔

سیوطیؒ نے خود اقرار کیا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ کہتے ہیں:

هٰذا الحديث ضعيف باتفاق المحدثين بل قيل انه موضوع لكن الصواب ضعفه لا وضعه۔[18]

---

[15] ابن الجوزي، عبد الرحمن بن علی، الموضوعات، دار الكتب العلمية، ج1 ص284۔

[16] المصدر السابق، ج1 ص284۔

[17] ذھبي، محمد بن أحمد، المغني في الضعفاء، دار اشاعت و طبع نامعلوم، ج2 ص413۔

[18] سیوطی، عبد الرحمٰن بن ابی بکر، مسالک الحنفاء فی والدی المصطفیٰ، دار الامین القاہرہ، الطبعۃ الاولیٰ 1993ء، ص86۔

یہ حدیث تمام محدثین کے ہاں ضعیف ہے بلکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ حدیث موضوعی ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے موضوعی نہیں۔

ابن کثیر اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: انه منكر جدا ورواته مجهولون۔ یہ انتہائی منکر روایت ہے اس کے ناقلین نامعلوم لوگ ہیں ۔

صاحب عون المعبود کہتے ہیں:

وكُلُّ مَا وَرَدَ بِإِحْيَاءِ وَالِدَيْهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِيمَانِهِمَا وَنَجَاتِهِمَا أَكْثَرُهُ مَوْضُوعٌ مَكْذُوبٌ مُفْتَرَى وَبَعْضُهُ ضَعِيفٌ جِدًّا لَا يَصِحُّ بِحَالٍ لِاتِّفَاقِ أئمة الحديث على وضعه كالدارقطني والجوزقاني وبن شاهين والخطيب وبن عساكر وبن ناصر وبن الْجَوْزِيِّ وَالسُّهَيْلِيِّ وَالْقُرْطُبِيِّ وَالْمُحِبِّ الطَّبَرِيِّ وَفَتْحِ الدِّينِ بْنِ سَيِّدِ النَّاسِ وَإِبْرَاهِيمَ الْحَلَبِيِّ وَجَمَاعَةٍوَقَدْ بَسَطَ الْكَلَامَ فِي عَدَمِ نَجَاةِ الْوَالِدَيْنِ الْعَلَّامَةُ إِبْرَاهِيمُ الْحَلَبِيُّ فِي رِسَالَةٍ مُسْتَقِلَّةٍ وَيَشْهَدُ لِصِحَّةِ هَذَا الْمَسْلَكِ هَذَا الْحَدِيثُ الصَّحِيحُ

وَالشَّيْخُ جَلَالُ الدِّينِ السُّيُوطِيُّ قَدْ خَالَفَ الْحَافِظَ وَالْعُلَمَاءَ الْمُحَقِّقِينَ وَأَثْبَتَ لَهُمَا الْإِيمَانَ وَالنَّجَاةَ فَصَنَّفَ الرَّسَائِلَ الْعَدِيدَةَ فِي ذَلِكَ مِنْهَا رِسَالَةُ التَّعْظِيمِ والمنة في أن أبوي رسول الله فِي الْجَنَّةِ

قُلْتُ الْعَلَّامَةُ السُّيُوطِيُّ مُتَسَاهِلٌ جِدًّا لَا عِبْرَةَ بِكَلَامِهِ فِي هَذَا الْبَابِ مَا لَمْ يُوَافِقْهُ كَلَامُ الْأَئِمَّةِ النُّقَّادِ۔[19]

نبی ﷺ کے والدین کے ایمان، زندہ کرنے اور نجات کے بارے میں تمام وارد شدہ احادیث جن کو علماء نے نقل کی ہے ان میں سے اکثر جھوٹی، موضوعی اور چند زیادہ ضعیف ہیں جن سے استدلال کرنا درست نہیں ہیں۔ کیونکہ ائمہ حدیث نے ان کے موضوعی ہونے پر اتفاق کیا ہے ان ائمہ میں سے دار قطنیؒ، جوزجانیؒ، ابن شاھینؒ، حلبیؒ وغیرہ شامل ہیں اور نبیؐ کے والدین کے عدم نجات کے بارے میں ابراھیم الحلبیؒ نے اپنی ایک مستقل رسالہ لکھی ہیں اور اس مسلک کے تقویت کے لئے یہ حدیث دلیل ہیں کہ ان ابی و اباک فی النار۔ امام سیوطیؒ نے حافظ اور محققین علماء کی مخالفت کی ہے اور ان کے لئے ایمان اور نجات ثابت کیا ہے اور اس موضوع پر زیادہ لکھی ہیں ان میں ایک التعظیم المنۃ ہے لیکن میں کہتا ہوں: کہ سیوطیؒ بہت زیادہ متساھل ہے اس مسئلہ کے بارے میں ان کے کلام کا کوئی اعتبار نہیں۔

ملا علی قاریؒ کے بقول اگر یہ حدیث ثابت ہوتی تو یہ ضرور صحابہ میں مشہور ہوتی، جیسا کہ ابن عباس کا ایمان یا حمزہ کا ایمان، یہ تمام صحابہ میں مشہور ہے، اگر اس طرح واقعہ رونما ہوتا تو یہ نبی ﷺ کے معجزات میں سب سے بڑا معجزہ ہوتا لیکن نبی ﷺ کے والدین کی احیاء والی حدیث صحابہ کرام میں مشہور نہیں ہوئی۔ خاص کر یہ واقعہ جو حجۃ الوداع میں ہوا تھا، نبی ﷺ کی خدمت میں بہت زیادہ صحابہ تھے تو چاہیے یہ تھا کہ یہ واقعہ بہت زیادہ مشہور ہوتا اور نبی ﷺ صرف حضرت عائشہ کو بیان کرنے پر اکتفانہ کرتا، اور پھر حضرت عائشہ سے صحابہ تابعین اور دیگر اہل علم میں پھیل جاتا لیکن ایسا نہیں ہے اس سے ثابت ہوا کہ یہ رافضیوں کی گھڑی ہوئے باتیں ہیں۔ جبکہ حضرت عائشہؓ کو حدیث کی نسبت اس لئے کی گئی ہے تاکہ تاکہ لوگ اس پر موضوعی کا ظن نہ کریں اور یہ مسئلہ دلیل کے ساتھ مضبوط ہو جائے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ یہ نبی ﷺ کی خصوصیات میں سے ہیں کہ ان کے لئے ان کے والدین کو زندہ کیا تو پھر خصوصیت کے دعوے کی اثبات کے

[19] شرف الحق، محمد أشرف بن أمير، عون المعبود شرح سنن أبي داود، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الثانية 1415 ھ، ج12 ص324۔

لئے محدثین کے نزدیک قوی دلائل کی ضرورت ہے، ضعیف یا موضوعی احادیث سے خرق عادت کام کو ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

ابن تیمیہؒ سے کسی نے عرض کیا کہ کیا یہ نبی ﷺ سے صحیح نقل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ان کے والدین کو زندہ کیا اور انہوں نے آپ ﷺ کے ہاتھوں اسلام لائے، پھر اس کے بعد مر گئے؟ انہوں نے جواب دیا: "ایک محدث سے بھی یہ حدیث ثابت نہیں، بلکہ محدثین اس پر متفق ہیں کہ یہ جھوٹ اور اپنے آپ سے بنائی ہوئی باتیں ہیں، اگرچہ ان کا روایت تو ہوا ہے لیکن ان کے سند میں مجہول راوی ہیں، اور ان جیسے مواضع کے بارے میں اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں کہ یہ ظاہر اور باطن دونوں طرح جھوٹ اور موضوعی روایات ہیں؛ اس کی بطلان اہل علم نے نصوص سے ثابت کیا ہے؛ اگر اس طرح کا واقعہ ہوتا تو زیادہ لوگ اس کو نقل کرنے کا قصد کرتے اور اس کو نقل کرنے کی زیادہ حاجت بھی تھی؛ کیونکہ یہ خلاف عادت کاموں میں بڑا کام ہے کیونکہ اسکے دو وجوہ ہیں۔

1۔ مردوں کو زندہ کرنا۔

2۔ موت کے بعد ایمان لانا۔[20]

اس حدیث کے بارے میں سلمان بن فہد العودی کہتے ہیں:

إنها رواية مختلقة مكذوبة لا أصل لها، وهي الأخرى تعارض العقل والنقل۔[21]

یہ جھوٹی روایت ہے اس کی کوئی اصل نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ عقل اور نقل دونوں کے خلاف ہے تو پھر کس طرح اس کو قبول کیا جائے گا؟

ملا علی قاریؒ نے اس حدیث کے بارے میں یہ بھی کہا ہے کہ یہ روایت شریعت کے قاعدہ اور قانون کے خلاف ہے کیونکہ جب کوئی مر جائے تو اس کے مکلف ہونے کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور جزاء اور بدلہ کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ دوسری اہم بات یہ کہ اگر کوئی یہ کہیں کہ آپ اس بات پر اتنا اصرار کیوں کر رہے ہیں کہ نبی ﷺ کے والدین مسلمان نہیں تھے اس سے جواب یہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کے والدین جنتی ہیں تو پھر حضرت ابراھیمؑ کے والد کو بھی جنت میں داخل کرنا چاہیے کہ وہ بھی جنت میں ہے کیونکہ وہ بھی ابراھیمؑ کے والد ہیں۔ حالانکہ ارشاد ربانی ہے:

وما كان استغفار إبراهيم لأبيه إلا عن موعدة وعدها إياه فلما تبين له أنه عدو لله تبرأ منه[22]۔

ترجمہ: اور ابراہیم (علیہ السلام) کا اپنے باپ کے لئے دعائے مغفرت کرنا وہ صرف وعدہ کے سبب تھا جو انہوں نے ان سے وعدہ کر لیا تھا۔ پھر جب ان پر یہ بات ظاہر ہو گئی کہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے محض بے تعلق ہو گئے۔

---

[20] تیمیۃ، أبو العباس، أحمد بن عبد الحلیم، مجموع الفتاوی، دار الوفاء، الطبعۃ الثالثۃ، 1426ھ، 2005ء، ج4ص324۔

[21] عودۃ، سلمان بن فهد، حوار هادئ مع الغزالي، دار اشاعت وطبع نامعلوم، ص44۔

[22] سورۃ التوبہ: 114

اس طرح نوح کا بیٹا: رب إن ابني من أهلي وإن وعدك الحق وأنت أحكم الحاكمين، قال يا نوح إنه ليس من أهلك إنه عمل غير صالح فلا تسألن ما ليس لك به علم، إني أعظك أن تكون من الجاهلين[23]۔

ترجمہ: رب میرا بیٹا تو میرے گھر والوں میں سے ہے، یقیناً تیرا وعدہ بالکل سچا ہے اور تو تمام حاکموں سے بہتر حاکم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے نوح یقیناً وہ تیرے گھرانے سے نہیں ہے اس کے کام بالکل ہی ناشائستہ ہیں تجھے ہرگز وہ چیز نہ مانگنی چاہیے جس کا تجھے مطلقاً علم نہ ہو میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ تو جاہلوں میں سے اپنا شمار کرانے سے باز رہے۔

اس طرح اس میں نوحؑ اور لوطؑ کے بیوی کو داخل کرنا چاہئے۔

كانتا تحت عبدين من عبادنا صالحين فخانتاهما فلم يغنيا عنهما من الله شيئاً وقيل ادخلا النار مع الداخلين[24]۔

ترجمہ: یہ دونوں ہمارے بندوں میں دو (شائستہ اور) نیک بندوں کے گھر میں تھیں، پھر ان کی انہوں نے خیانت کی پس دونوں (نیک بندے) ان سے اللہ کے (کسی عذاب کو) نہ روک سکے اور حکم دیا گیا (اے عورتوں) دوزخ میں جانے والوں کے ساتھ تم دونوں بھی چلی جاؤ۔

ان میں سے کوئی نبی کا باپ ہے کوئی بیٹا ہے اور کوئی بیوی ہے ان کو نبی کے قرابت نے نہیں بچایا بلکہ نیک عمل سے انسان بچ جاتا ہے۔

امام جلال الدین سیوطیؒ اور دیگر اہل علم نے تیسرا استدلال ابن عمر کی حدیث سے کیا ہے:

"عن ابن عمر رضي الله عنهما قال قال رسول الله إذا كان يوم القيامة شفعت لأبي وأمي وعمي أبي طالب وأخ لي كان في الجاهلية أي بالرضاعة"[25]

ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن میں اپنے باپ، ماں، چچا ابوطالب اور جاہلیت کے رضاعی بھائی کا شفاعت کرونگا۔

ملا علی قاریؒ نے اس حدیث کے بارے میں کہا ہے کہ: تمامؒ نے اس حدیث کے بارے میں کہا ہے: قال تمام الوليد منكر الحديث.[26]۔ تمام کہتے ہیں ولید منکر الحدیث ہے۔

ابن العراقؒ کہتے ہیں: (قلت) بل كذاب۔ میں کہتا ہوں کہ وہ کذاب تھے۔ پھر آگے فرماتے ہیں: اگر یہ حدیث ثابت بھی ہو جائے تو اس کو تخفیف عذاب پر حمل کیا جائے گا۔[27]

[23] سورۃ ھود: 45۔46

[24] سورۃ التحریم: 10

[25] تمام، تمام بن محمد، فوائد تمام، مکتبۃ الرشد وشرکۃ الریاض، الطبعۃ الثالثۃ 1997ء، ج2 ص45۔

[26] المصدر السابق، ج3 ص12۔

[27] ابن العراق، علی بن محمد، تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ، دار الکتب العلمیۃ، طبع نامعلوم، ج1 ص322۔

جواب دیا ہے کہ ایک تو یہ حدیث ضعیف ہے دوسرا یہ کہ یہ حدیث ہمارے لئے دلیل ہے ہمارے لئے دلیل مخالف نہیں، کیونکہ اس میں اپنے والدین کو اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ شامل کیا جس کے کفر پر اجماع ہے۔

عون المعبود میں ہیں کہ سندیؒ کہتے ہیں :

وَقَالَ السِّنْدِيُّ مَنْ يَقُولُ بِنَجَاةِ وَالِدَيْهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْمِلُهُ عَلَى الْعَمِّ فَإِنَّ اسْمَ الْأَبِ يُطْلَقُ عَلَى الْعَمِّ مَعَ أَنَّ أَبَا طَالِبٍ قَدْ رَبَّى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَسْتَحِقُّ إِطْلَاقَ اسْمِ الْأَبِ مِنْ تِلْكَ الْجِهَةِ انْتَهَى وَهَذَا أَيْضًا كَلَامٌ ضَعِيفٌ بَاطِلٌ۔

کہ جس نے نبیؐ کے والدین کے نجات کو ثابت کیا ہے اور اس کو اس حدیث کو چچا پر حمل کیا ہے تو یہ بات بھی ضعیف ہے

امام جلال الدین سیوطیؒ نے اس کے علاوہ اور بھی زیادہ روایات نقل کی ہیں۔ ان تمام دلائل سے آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ایمان پر استدلال کیا ہے جبکہ اس کے مقابلہ میں ملا علی قاریؒ نے جو دلائل پیش کئے ہیں ان کی دلائل کا خلاصہ یہ ہیں۔

ملا علی قاریؒ کی دلائل:

ملا علی قاریؒ نے سلف وخلف، صحابہ، تابعین، ائمہ اربعہ اور تمام مجتہدین کا اجماع نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین غیر مسلم تھے۔[28]

ابن تیمیہؒ نے نقل کیا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا اس دنیا میں دوبارہ زندہ ہونا اور پھر مرنا قرآن کے خلاف ہے۔[29]

ارشاد ربانی ہے:

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓىِٕكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَھُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَھُمْ كُفَّارٌ ۔[30]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ صرف انہی لوگوں کی توبہ قبول فرماتا ہے جو بوجہ نادانی کوئی برائی کر گزریں پھر جلد اس سے باز آجائیں اور توبہ کریں تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی توبہ قبول کرتا ہے اللہ تعالیٰ بڑے علم والا حکمت والا ہے۔ ان کی توبہ نہیں جو برائیاں کرتے چلے جائیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آجائے تو کہہ دے کہ میں نے اب توبہ کی اور ان کی توبہ بھی قبول نہیں جو کفر پر ہی مر جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں واضح بیان کیا ہے کہ جو بندہ حالت کفر میں مر گیا اس کا توبہ قبول نہیں ہو گا۔

---

[28] ملا علی قاری، علی بن سلطان محمد، أدلة معتقد أبي حنيفة الأعظم في أبوي الرسول عليه الصلاة والسلام، مكتبة الغرباء الأثرية المدينة المنورة، الطبعة الأولى 1993، ص 84۔

[29] تیمیۃ، أحمد بن عبد الحليم، مجموع الفتاوى، دار الوفاء، الطبعة الثالثة، 1426ھ، 2005ء، ج4 ص324۔

[30] سورۃ نساء: 17

دوسری آیت : فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ۭ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ۔[31]

ترجمہ: لیکن ہمارے عذاب کو دیکھ لینے کے بعد ان کے ایمان نے انہیں نفع نہ دیا۔ اللہ نے اپنا معمول یہی مقرر کر رکھا ہے جو اس کے بندوں میں برابر چلا آرہاہے اور اس جگہ کافر خراب وخستہ ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں لوگوں کو خبر دیاہے کہ جب لوگ عذاب آخرت کو دیکھے تو اس کو ایمان فائدہ نہیں دیتا لھٰذا موت کے بعد کیا فائدہ دے گا۔[32]

تیسری دلیل: أَنَّ رَجُلاً قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيْنَ أَبِي قَالَ : فِي النَّارِ. فَلَمَّا قَفَّى دَعَاهُ فَقَالَ : إِنَّ أَبِي وَأَبَاكَ فِي النَّارِ ۔[33]

ترجمہ: ایک ادمی نے نبی ﷺ کو عرض کیا میراباپ کہاں ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: تمہاراباپ آگ میں ہے، جب وہ شخص روانہ ہوا نبی ﷺ نے واپس بلایااور فرمایا: میراباپ اور آپ کا باپ دونوں آگ میں ہیں ۔

اس حدیث کو امام ابو داوٴد نے سنن ابو داوٴد میں امام احمد نے مسند بزار میں، ابو یعلیٰ نے مسند ابی یعلیٰ میں نقل کی ہے۔

مسند بزار میں اس حدیث کی بارے میں حسین سیلم کہتے ہیں: إسناده صحيح[34]۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

صحیح ابن حبان کی شرح میں شعیب الارنوؤط اس حدیث کی بارے میں لکھتے ہیں: إسناده صحيح على شرط مسلم۔[35] امام مسلم کی شروط کی مطابق اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

شیخ البانیؒ اس حدیث کے بارے میں کہتے ہیں: صحیح[36]۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

چوتھی دلیل: اسْتَأْذَنْت رَبِّي أَنْ أَزُورَ قَبْرَ أُمِّي فَأَذِنَ لِي وَاسْتَأْذَنْته فِي أَنْ أَسْتَغْفِرَ لَهَا فَلَمْ يَأْذَنْ لِي.[37]

ترجمہ: میں نے اپنے رب سے اپنی ماں کی قبر کی زیارت کی اجازت مانگی تو مجھے زیارت کی اجازت ملی، جب میں نے اس کی استغفار کی اجازت طلب کی تو مجھے اجازت نہ ملی۔

اس حدیث کو امام مسلم، ابو داود اور ابن ماجہ تینوں نے اپنی کتابوں میں ذکر کر چکے ہیں۔

---

[31] سورۃ غافر:85

[32] تیمیة، أبو العباس، أحمد بن عبد الحليم، مجموع الفتاوى، دار الوفاء، الطبعة الثالثة، 1426ھ، 2005ء، ج4 ص324۔

[33] مسلم، مسلم بن الحجاج، صحيح مسلم، باب بيان أن من مات على الكفر فهو في النار الخ، دار الجيل بيروت، طبع نامعلوم، ج1 ص132 رقم 521۔

[34] أبو يعلى، أحمد بن علي، مسند أبي يعلى، تحقيق حسين سليم أسد، دار المأمون للتراث دمشق، الطبعة الأولى، 1404 – 1984، ج6 ص229۔

[35] ابن حبان، محمد بن حبان، صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان، تحقيق: شعيب الأرنؤوط، مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الثانية، 1414– 1993، ج2 ص340۔

[36] أبو داود، سليمان بن الأشعث، سنن أبي داود، دار الفكر، طبع نامعلوم، ج2 ص642۔

[37] مسلم، مسلم بن الحجاج، صحيح مسلم، باب اسْتِئْذَانِ النَّبِيِّ -صلى الله عليه وسلم- رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي زِيَارَةِ قَبْرِ أُمِّهِ، دار الجيل بيروت، ج3 ص65، رقم 2303۔

تفسیر منار نے امام نوویؒ کے حوالے سے اس حدیث کے بارے میں نقل کیا ہے:

وَذَكَرَ أَنَّ الْحَدِيثَ رَوَاهُ مِنْ هَذِهِ الطَّرِيقِ أَبُو دَاوُدَ، وَالنَّسَائِيُّ، وَابْنُ مَاجَهْ، وَرِجَالُهُ عِنْدَهُمْ كُلُّهُمْ ثِقَاتٌ، قَالَ: فَهُوَ حَدِيثٌ صَحِيحٌ بِلَا شَكٍّ.[38]

اس سند سے اس حدیث کو ابو داود، نسائی اور ابن ماجہ نے نقل کی ہے۔ اس حدیث کی رجال ان کے ہاں ثقہ ہیں۔ نوویؒ کہتے ہیں: یہ حدیث بغیر شک اور تردد کے صحیح ہے۔

شیخ البانیؒ کہتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے۔[39]

شعیب الارنووط لکھتے ہیں: إسناده صحيح على شرط مسلم۔[40] مسلم کی شروط کے مطابق اس کی سند صحیح ہے۔

یہ دونوں احادیث امام مسلمؒ نے نقل کی ہیں اور یہ دونوں احادیث سنداً اور متناً صحیح ہیں۔ ان صحیح احادیث کی روشنی میں یہ بات زیادہ واضح ہو گئی کہ نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین حالت کفر میں وفات پا چکے ہیں اور ان دلائل سے ملا علی قاریؒ کے فکر اور نظر کو تقویت ملتی ہے۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کے والدین کا تعلق اہل فترۃ سے ہے اور تمام اہل فترۃ کو نجات ملی گی اس لئے نبی ﷺ کے والدین جنتی ہے۔

جواب یہ ہے کہ اہل فترۃ کے بارے میں تفصیل ہے مطلق یہ کہنا کہ تمام اہل فترۃ جنتی ہے یہ صحیح نہیں اور یہ بات کرنا کہ تمام جہنمی ہے یہ بھی صحیح نہیں۔

اَہل فترۃ کے دو اَقسام ہیں۔:

قسم اَول: جن کو دعوت پہنچی ہو۔

قسم دوم: جن کو دعوت نہ پہنچی ہو، اور وہ غفلت کی حالت میں باقی ہو۔

قسم اَول کی دو اقسام ہیں:

قسم اول: جن کو دعوت پہنچی ہو، انہوں نے توحید قبول کی ہو اور شرک نہ کیا ہو۔

قسم دوم: جن کو دعوت پہنچی ہو، لیکن انہوں نے دین تبدیل کیا ہو اور شرک کیا ہو۔

---

[38] رشید رضا، محمد رشید بن علی رضا، تفسیر المنار، الھیئۃ المصریۃ العامۃ، طبع نامعلوم، ج7 ص452۔

[39] ابن ماجہ، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، تحقیق: محمد فؤاد عبد الباقی، دار الفکر بیروت، طبع نامعلوم، ج1 ص501۔

[40] ابن حبان، محمد بن حبان، صحیح ابن حبان، تحقیق: شعیب الأرنؤوط، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، الطبعۃ الثانیۃ، 1414 – 1993، ج7 ص440۔

جس نے توحید اختیار کیا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ ٹھہرایا؛ جیسا کہ قس ابن ساعدہ الایادی زید ابن عمرو ابن نفیل، ورقہ ابن نوفل،[41] وغیرہ اس قسم میں کوئی بحث نہیں، یہ ان دلائل کے بناء پر جو اس کے بارے میں نقل ہیں کہ یہ لوگ توحید پر وفات پائے۔

پس جن کو دعوت پہنچی ہو، شرک کیا ہو، اور دین کو بدل دیا ہو، اور توحید کو قبول نہ کیا ہو؛ مثلاً عمرو بن لحیؒ، عبداللہ ابن جدعان، صاحب المحجن[42] اور جو نبی ﷺ کے والدین، چچا، اور دادا کے بارے میں نقل ہوا ہے، یہ قسم بھی محل نزاع نہیں ہونا چاہیے؛ کیونکہ صحیح نصوص ان کے انجام اور حالت کے بارے میں نقل ہوئے ہیں، یہ دلائل اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ ان کو بھی دعوت پہنچی ہے۔

قسم دوم: جس کو سابقہ انبیاء کی دعوت نہیں پہنچی اور ان تمام سے غفلت کی حالت میں رہے؛ تو یہ علماء کے درمیان محل نزاع ہے۔ کثرت اقوال کی وجہ سے اس میں اختلاف ہے صحیح بات اس میں وہ ہے جس کو محققین نے اختیار کیا ہے کہ قیامت کے دن میدان حشر میں ان کا آگ سے امتحان لیا جائے گا۔

ان لوگوں کا استدلال اس آیت سے ہے۔

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولاً [43]۔

ترجمہ: اور ہماری سنت نہیں کہ رسول بھیجنے سے پہلے ہی عذاب کرنے لگیں۔

اس کا جواب ملا علی قاریؒ نے یہ دیا ہے کہ نبی ﷺ کے والدین کے آگ میں ہونے کے بارے میں جو روایات آئے ہیں وہ صحیح ہے اور اس پر علماء کی اجماع ہے جو ملا علی قاریؒ نے اپنی کتاب میں نقل فرمایا ہے۔

دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ بعض عرب سابقہ ادیان اور شریعت سے باخبر تھے۔ جیسا کہ امیہ بن ابی صلت، ورقہ بن نوفل، تو تمام عرب اہل فترۃ نہیں۔ امام نوویؒ کہتے ہیں:

أَنَّ مَنْ مَاتَ عَلَى الْكُفْر فَهُوَ فِي النَّار ، وَلَا تَنْفَعهُ قَرَابَة الْمُقَرَّبِينَ ، وَفِيهِ أَنَّ مَنْ مَاتَ فِي الْفَتْرَة عَلَى مَا كَانَتْ عَلَيْهِ الْعَرَب مِنْ عِبَادَة الْأَوْثَان فَهُوَ مِنْ أَهْل النَّار.وَلَيْسَ هَذَا مُؤَاخَذَة قَبْل بُلُوغ الدَّعْوَة ، فَإِنَّ هَؤُلَاءِ كَانَتْ قَدْ بَلَغَتْهُمْ دَعْوَة إِبْرَاهِيم وَغَيْره مِنْ الْأَنْبِيَاء صَلَوَات اللَّه تَعَالَى وَسَلَامه عَلَيْهِمْ۔[44]

جو کفر کی حالت میں مر جائے وہ آگ میں ہونگے ان کو نسب کوئی فائدہ نہیں دے گا اس میں یہ ہے کہ عرب میں جو فرۃ کے زمانہ میں کفر کی حالت میں وفات پائے ہیں وہ آگ میں ہونگے۔ یہ دعوت پہنچنے سے پہلے کا مواخذہ نہیں کیونکہ ان کو ابراہیمؑ اور دوسرے انبیاء کی دعوت پہنچی تھی۔

[41] ابن کثیر، إسماعیل بن عمر، البدایۃ والنھایۃ، دار إحیاء التراث العربي، الطبعۃ الاولی 1408ھ – 1988ء، ج2 ص298۔

[42] عثیمین، محمد بن صالح، شرح حدیث جبریل علیہ السلام، دار اشاعت وطبع نامعلوم، ص32۔

[43] سورۃ بنی اسرائیل: 15۔

[44] صقر، شحاتۃ صقر، کشف شبھات الصوفیۃ، دار اشاعت وطبع نامعلوم، ص210۔

اس حدیث کی غرابت کی وجہ یہ ہے؛ کہ جب محدثین کے اتفاق سے ایک حدیث ضعیف ہو اور محققین کے ہاں موضوعی ہو، اور مفسرین کے ہاں کتاب اللہ کے مخالف ہو، تو کیا ایسے حدیث میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ مسلم کے صحیح حدیث کا مقابلہ کرے؟ اور جو احادیث گزر گئے قریب ہے کہ حد تواتر کو پہنچے اس کا بھی مقابل ہو؟ جبکہ کمزور اور ضعیف روایات ناسخ بھی نہیں ہو سکتے۔

اس لئے امام فخر الدین کہتے ہیں:

جو مشرک مر گیا وہ آگ میں ہو گا، اگرچہ بعثت سے پہلے وفات پایا ہو؛ کیونکہ مشرکین نے دین ابراہیمؑ کو بدل دیا اور اس کے بدلے میں شرک لیا۔ شرک بھی کیا اور ان کے ساتھ کوئی دلیل بھی نہیں تھا حالانکہ انبیاء میں اول سے لے کر آخر تک تمام کے تمام نے شرک کی قباحت بیان کی ہے، شرک پر آگ کی وعید سنائی ہے اور اللہ تعالیٰ نے شرک پر عذاب کی خبر دی ہے جو تمام زمانوں میں مشہور ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ہر زمانے میں مشرکین کے لئے حجۃ البالغہ موجود ہے اگر نہ بھی ہو تو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو رب کے فطری توحید پر پیدا کیا ہے اور یہ ہر زمانے اور عقل میں نا ممکن ہے کہ اللہ کے ساتھ کوئی شریک ہو، اگرچہ اللہ تعالیٰ صرف اس فطرت کے تقاضا پر عذاب نہیں دیتا، زمین پر انبیاء کی توحید کی دعوت اپنے قوموں کو تمام زمانوں میں معلوم ہے، تو مشرک آگ کے عذاب کے مستحق ہیں۔ کیونکہ انھوں نے انبیاء کی دعوت کی مخالفت کی اور یہ آگ میں ہمیشہ رہیں گے جس طرح جنت والے جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔[45]

تیسرا جواب یہ ہے اس کا تفصیل پہلے کیا گیا کہ ان کا قیامت کے دن امتحان لیا جائے گا۔ جو لوگ کامیاب ہونگے وہ جنت میں جائنگے اور جو ناکام ہونگے وہ جہنم میں اور یہ لوگ جن کے بارے میں صحیح روایات آئے ہیں کہ یہ آگ میں ہے یہ بھی امتحان میں ناکام ہونگے۔

دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس سے نبی ﷺ کے پاک نسب کو کفر کی نسبت کرنا ہے۔ جو کہ مناسب نہیں؟

اس کا جواب امام بیہقی نے یہ دیا ہے:

وكفرُهم لا يقدح في نسب رسول الله ﷺ؛ لأن أنكحة الكفار صحيحة ، ألا تراهم يُسْلِمون مع زوجاتهم، فلا يلزمهم تجديد العقد، ولا مفارقتهن ؛ إذ كان مثله يجوز في الإسلام۔[46]

ان کے والدین کو کفر کی نسبت کرنے سے نبی ﷺ کے پاک نسب کو نقصان نہیں پہنچتا کیونکہ کفار کی نکاح صحیح ہے۔ جب کفار اپنے بیویوں کے ساتھ ایمان لاتے ہیں لیکن ان پر نکاح کی تجدید یا ان سے جدائی لازمی نہیں۔ کیونکہ ان کی نکاح اسلام میں جائز ہے۔

تیسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان ابی واباک فی النار والی حدیث منسوخ ہے اس کے لئے ناسخ احیا له ابویه والی حدیث ہے۔

---

[45] الحکمی، حافظ بن أحمد، معارج القبول بشرح سلم الوصول إلی علم الأصول، دار ابن القیم الدمام، الطبعة: الأولی، 1410ھ – 1990م، ج2ص775۔

[46] صقر، شحاتة صقر، کشف شبهات الصوفية، دار اشاعت وطبع نامعلوم، ص215۔

اس سوال کا جواب بہت آسان ہے کیونکہ محدثین نے احیا لہ ابویہ والی روایت ضعیف قرار دی ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے جبکہ ضعیف روایت سے نسخ قائم نہیں ہوتا۔

دوسرا یہ کہ اگر احیالہ ابویہ کو ناسخ مان لیا جائے تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لئے منسوخ دلیل کو محفوظ رکھا جس پر عمل نہیں کرنا چاہئے تھا اور ناسخ دلیل کو ان سے بلا دیا جس پر عقیدہ رکھنا اور عمل کرنا واجب تھا اور یہ کہ اس میں اللہ تعالیٰ جس بات کی نسبت ہے وہ واضح ہے۔

اسی طرح یہ اہل علم پر بہتان بھی ہے جو صحابہ سے شروع ہو کر مصنفین ائمہ پر ختم ہوتی ہے کہ انہوں نے منسوخ دلیل کو محفوظ رکھا اور ناسخ کو ضائع کیا اور اس کو چھپایا۔

یہاں ایک اور اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ یہ اول مذہب کے خلاف ہے کہ وہ دین فترۃ پر وفات پائے۔

اس کا جواب ابن تیمیہ نے دیا ہے:

إنَّ الْخَبَرَ عَمَّا كَانَ وَيَكُونُ لَا يَدْخُلُهُ نَسْخٌ كَقَوْلِهِ فِي أَبِي لَهَبٍ :(سَيَصْلَى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ) وَكَقَوْلِهِ فِي الْوَلِيدِ : (سَأُرْهِقُهُ صَعُودًا) . وَكَذَلِكَ فِي : " (إنَّ أَبِي وَأَبَاك فِي النَّارِ) " وَ " (إنَّ أُمِّي وَأُمَّك فِي النَّارِ) "[47]

کہ ما کان اور مایکون کی جو خبر نبی ﷺ نے دی ہے اس میں نسخ جائز نہیں۔ جیسا کہ ابولہب کے بارے میں ارشاد ربانی ہے سَيَصْلَى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ [48](وہ عنقریب بھڑکنے والی آگ میں جائے گا) اس میں نسخ جائز نہیں یا ولید کے بارے میں ارشاد ربانی ہے۔ سَأُرْهِقُهُ صَعُودًا[49] (عنقریب میں اسے ایک سخت چڑھائی چڑھاؤں گا) میں نسخ جائز نہیں تو اس طرح إنَّ أَبِي وَأَبَاك فِي النَّارِ میں نسخ جائز نہیں۔

پانچواں یہ کہ یہ حدیث موضوعی یا ضعیف ہے جس کی تفصیل پہلے گزر گئی ہے اس سے استدلال صحیح نہیں۔

امام سیوطیؒ نے اس موضوع پر تقریباً پانچ، چھے رسالوں سے زیادہ تحریر کئے ہیں۔ ان رسالوں میں آپ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ رسول ﷺ اور تمام انبیاء کے والدین موحدین تھے۔ ان کو نجات ملے گی آپ کے تمام دلائل یہ ہے۔(1) یہ اہل فترۃ والوں میں سے ہیں اس وجہ سے اصلی مؤمن ہیں۔(2) یہ دین ابراھیمیؑ پر وفات ہوئے۔(3) اللہ تعالیٰ نے دونوں کو زندہ کیا اور نبی ﷺ پر ایمان لائے(4) قیامت کے دن ان کا آگ سے امتحان لیا جائے گا۔ امام جلال الدین سیوطیؒ کے دلائل پر نظر دوڑایا جائے تو اس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ خود سیوطیؒ تردد اور شک میں واقع ہے کیونکہ آپ کے دلائل سے یہ بات واضح نہیں ہوتی کہ آخری اور درست دلیل کیا ہے اور دلیل سے آپ نے دفاع کی ہو لھٰذا آپ کے دلائل متضاد ہے۔

[47] ابن تيمية، أحمد بن عبد الحليم، مجموع الفتاوى، دار الوفاء، الطبعةالثالثة 2005 م،ج4 ص326۔

[48] سورة لهب :3

[49] سورة مدثر:17

سیوطی کے رسائل کے بارے میں عبد المحسن کہتے ہیں:

أنَّ السيوطيَّ لَم يأت بشيء ثابتٍ في ذلك يُعوَّلُ عليه۔[50]

"سیوطیؒ نے اپنے رسائل میں نبی ﷺ کے والدین کے بارے میں اعتماد کی کسی چیز کو نقل نہیں کیا"۔صاحب عون المعبود نے سیوطیؒ کے بارے میں اس مسئلہ میں لکھا ہے:

قُلْتُ الْعَلَّامَةُ السُّيُوطِيُّ مُتَسَاهِلٌ جِدًّا لَا عِبْرَةَ بِكَلَامِهِ فِي هَذَا الْبَابِ[51]۔

"میں کہتا ہوں:اس مسئلہ میں سیوطی متساھل ہے ان کے کلام کا کوئی اعتبار نہیں"۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اعتقادی مسائل ان جیسے ظنی باتوں سے ثابت ہوسکتے ہیں؟اگر نبی ﷺ کے والدین موحدین تھے تو ایمان لانے کے لئے زندہ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟اور قیامت میں ان کی امتحان لینے کی کیا ضرورت ہے؟اگر ان کا زندہ کرنا ثابت ہوتا تو اس کو زیادہ صحابہ نقل کرتے اور صحابہ میں بہت زیادہ مشہور ہوتا کیونکہ زندہ کرنے کا واقعہ حجۃ الوداع میں رونما ہوا اور اس موقع پر نبی ﷺ کی خدمت میں بہت زیادہ صحابہ کرام موجود تھے لیکن ایسا نہیں ہوا؟دوسری بات یہ کہ اگر ان کا زندہ کرنا اور ایمان لانا ثابت ہوتا تو یہ نبی ﷺ کے بڑے معجزات میں شمار ہوتا۔ایک مردوں کو زندہ کرنا،دوسرا معجزہ موت کے بعد ایمان لانا اور باقی معجزات کے طرح یہ بھی مشہور ہوتا لیکن ایسا نہیں ہے تیسری بات یہ کہ اگر نبی ﷺ کے والدین کا ایمان ثابت ہوتا تو نبی ﷺ اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے استغفار کی اجازت طلب نہ کرتے اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو استغفار سے منع نہ فرماتے؟چوتھی بات یہ کہ اگر ان کا ایمان ثابت ہوتا تو نبی ﷺ یہ نہ کہتے:کہ کاش میں اپنے والدین کے حال سے باخبر ہوتا؟پانچوی بات یہ کہ اگر ان کا ایمان لانا ثابت ہوتا تو تمام مسلمان اس کے لئے مغفرت طلب کرتے لیکن مسلمانوں کے لئے یہ جائز نہیں؟ ہاں یہ جائز ہے کہ ان کے تخفیف عذاب کے لئے دعا مانگے۔

ان باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ گھڑی ہوئی روایات ہیں جو جھوٹے لوگوں نے نقل کی ہے لھٰذا اس مسئلے میں سیوطیؒ کے پاس کوئی مستند دلیل نہیں ہے۔

ملا علی قاریؒ نے اس کتاب **أَدِلَّة مُعْتقد أبي حنيفَة الْأَعْظَم فِي ابوي الرَّسُول عَلَيْهِ السَّلَام** میں اس مسئلہ کی مکمل وضاحت کی ہے اوراس مسئلہ میں ملا علی قاریؒ کے دلائل قوی بھی ہیں اور قرآن و سنت کے قواعد کے مطابق بھی،لیکن پھر بھی اس مسئلہ میں احتیاط سے کام لینا بہتر ہے کیونکہ اگر کوئی اس مسئلہ میں خاموشی اختیار کریں تو قیامت کے دن اس سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ آپ نے یہ عقیدہ کیوں رکھا تھا لھٰذا اس مسئلے پر زیادہ تکرار کی ضرورت بھی نہیں۔ملا علی قاریؒ نے اس مسئلے ہو اس وجہ سے زیادہ اہمیت دی کہ لوگ اس مسئلے پر ایک طرف جائے

---

[50] بدر، عبد المحسن بن حمد، الرَّدُّ على الرفاعي والبوطي في كذبهما على أهل السنة ودعوتهما إلى البدع والضلال، دار اشاعت و طبع نامعلوم ،ص55۔

[51] عظيم آبادي، محمد أشرف بن أمير، عون المعبود شرح سنن أبي داود، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة: الثانية، 1415 ھ،ج12ص324۔

بلکہ دلائل کی موجودگی میں جائزہ لیں اور اندر دل ہی دل میں عقیدہ رکھیں اور زیادہ تکلم نہ کریں۔ عقائد کے زیادہ مسائل ایسے بھی ہیں جس کا کسی کو علم نہیں ہو تا لیکن پھر بھی اس شخص کا ایمان صحیح ہے، امام ابن عابدینؒ الشامیؒ نے اس کو ایک اچھے پیرائے میں قلم بند کیا ہے :

وَلَيْسَتْ مِنْ الْمَسَائِلِ الَّتِي يَضُرُّ جَهْلُهَا أَوْ يُسْأَلُ عَنْهَا فِي الْقَبْرِ أَوْ فِي الْمَوْقِفِ۔

یہ ان مسائل میں سے نہیں کہ اس کے عدم علم سے انسان کو قبر میں نقصان پہنچے یا قیامت کے دن اس سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا۔[52]

بہتر یہ ہے کہ اس مسئلہ میں توقف سے کام لیا جائے اور اس کو اللہ کے حوالہ کیا جائے۔ عون المعبود میں ہے والأحوط عندي هو التوقّف، والسكوت۔[53] "میرے ہاں توقف اور سکوت اختیار کرنا بہتر ہے"۔

[52] ابن عابدین، محمد أمين بن عمر، رد المحتار على "الدر المختار: شرح تنوير الابصار، دار اشاعت و طبع نامعلوم ، ج 19-10ص274۔

[53] لإثيوبي، محمد بن علي، ذخيرة العقبى في شرح المجتبى، دار المعراج الدولية للنشر، الطبعة: الأولى، 2003،ج20 ص37۔